نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تفسیرِ قرآن

حافظ عبداللہ ☆

اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنی آخری کتاب قرآنِ حکیم نازل فرمائی جو الٰہی ہدایات واحکامات کا مجموعہ ہے۔ جہاں قرآن حکیم کے الفاظ منزل من اللہ ہیں کیونکہ الٰہی حقائق و معانی کو جن کے الفاظِ قرآنی حامل ہیں انسان کی زبان بیان کرنے سے قاصر ہے وہاں معانی قرآن و مرادِ الٰہی جو الفاظِ قرآن میں پنہاں ہے، کی تبیین و وضاحت کے لیے شخصیت بھی مبعوث من اللہ ہے۔ کیونکہ مبعوث من اللہ شخصیت کی رہنمائی و ہدایت اور تبیین و وضاحت کے بغیر انسانی عقل و ذہن کا منزل من اللہ الفاظ سے مراداتِ الٰہی تک پہنچنا ناممکن ہے اس لیے اگر قرآن کتاب اللہ منزل من اللہ ہے تو محمد رسول اللہ مبعوث من اللہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری الفاظِ قرآنی کی تلاوت وابلاغ ہے وہاں معانی قرآن وحقائقِ الٰہی کی تعلیم و تبیین بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هو الذی بعث فی الا میین رسولا منهم یتلوا علیهم
ایته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة وان کانو ا
من قبل لفی ضلال مبین﴾(۱)

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کے سپرد کتاب اللہ کی تبیین وتشریح اور تفسیر وتبلیغ کا فریضہ بھی کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم﴾(۲)

﴿إنا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین النا س بمارك الله ﴾(۳)

﴿یا ایھا الرسو ل بلغ ما انزل الیک﴾(۴)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آپ قرآن حکیم کے مفسر وشارح، مبین ومبلغ من جانب اللہ ہیں۔ لہٰذا آپ کی بیان کردہ تفسیر وتشریح کو الٰہی تائید حاصل ہے اور آپ کے بیان کردہ، الفاظِ قرآن کے معانی و مطالب ہی الٰہی مرادات ہیں۔ اس لیے مسلمانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور تعمیل حکم ہر اس چیز میں فرض کی گئی ہے جس کا آپ حکم دیں یا جس سے آپ منع فرمائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ما اتا کم الرسول فخذو ہ وما نھکم عنه فا نتھوا﴾(۵)

قرآنِ حکیم کی بہت سی آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو الٰہی اطاعت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا۔ ارشاد ہے:

﴿واطیعوا الله والرسول لعلکم ترحمون﴾(۶)

یہاں تک کہ اللہ جل شانہ نے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور رسول کی پیروی واتباع کو اپنی محبت کا سبب قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿من یطع الرسول فقد اطاع الله﴾(۷)

﴿قل ان کنتم تحبون الله فا تبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم﴾(۸)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بے حد ڈرایا ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ آپ کی مخالفت کفر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فلیحذر الذی یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او
یصیبھم عذاب الیم ﴾(۹)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول فان تولوا فان اللہ لا
یحب الکافرین﴾(۱۰)

اور آپ کے حکم و فیصلہ سے سرتابی و روگردانی کو ایمان کے منافی قرار دیا ہے اور کسی مومن کو مومن ہوتے ہوئے اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ دل میں بھی تنگی محسوس کرے۔ ارشاد ہے:

﴿فلا وربک لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم
ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا
تسلیما﴾(۱۱)

فرمایا:

﴿وما کان لمومن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً
ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ
ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبینا﴾(۱۲)

آپ کی اطاعت و اتباع کو فرض اور محبت الٰہی کا سبب اور آپ کے حکم و فیصلہ سے سرتابی و روگردانی کو ایمان کے منافی اور کفر قرار دیا اس لیے کہ آپ سراپا قرآنِ کریم کی تفسیر و تبیین اور تشریح و توضیح ہیں۔

تفسیر و تبیین اور شرح و تبلیغ کی صورت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول سے یا فعل سے یا دونوں سے، یا تقریر یعنی مروجہ طریقوں کی تائید یا سکوت فرما کر انہیں قائم و برقرار رکھنے سے قرآنِ حکیم کے مطالب و مقاصد کی وضاحت فرماتے تھے۔ علامہ شاطبی ''الموافقات'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان مبینا بقولہ و فعلہ و
اقرارہ، لما کان مکلفا بذلک فی قولہ تعالیٰ: (وانزلنا الیک

الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم)(۱۳)

اسی لیے قرآنِ حکیم کی نبوی تفسیر وتشریح کا اصطلاحی نام حدیث وسنت ہے۔

علماءِ اصول کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو سنت کہتے ہیں۔

حنفی اصولِ فقہ کی قدیم ترین مطبوعہ کتاب ''الفصول فی الاصول'' میں علامہ ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں:

''سنة النبی علیه السلام: ما فعله، أو قاله، لیقتدی به فیه، و یداوم علیه و هو مأخوذ من سنن الطریق، و هي جادته التي یکون المرور فیها و سنن رسول الله علی وجهین: قول و فعل''(۱۴)

آگے فرماتے ہیں:

''والفعل ضربان: أحدهما: فعل یفعله في نفسه، و یدلنا علی حکمه، علی الوجوه التي ذکرنا، لنفعله علی الوجه الذي فعله والثانی: ترکه النکیر علی فاعل یراه یفعل فعلا علی وجه، فیکون ترکه النکیر علیه بمنزلة القول منه، في تجویز فعله علی ذلک الوجه، فإن رآه یفعله علی جهة الوجوب فأقره علیه کان واجباً، وان کان رآه یفعله علی جهة الندب فأقره علیه کان ندبا، وکذلک الإباحة علی هذا، و ذلک لأنه لا یجوز من أن یقر أحدا علی خلاف حکم الله تعالیٰ، لأن الله تعالیٰ إنما بعثه داعیا إلیه، و آمرا با لمعروف، و ناهیا عن المنکر''(۱۵)

علامہ ابوبکر جصاصؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور ان کے فعل کو سنت کہا ہے اور پھر فعل کی دو اقسام بیان فرمائی ہیں۔ قسم اول ایسا فعل جو ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بذاتِ خود صادر ہوا اور قسم ثانی وہ فعل جو کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور آپ نے اسے برقرار رکھا اور اس پر نکیر نہیں فرمائی اور اس کو اصطلاحاً ''تقریر'' کہا جاتا ہے۔

علامہ جصاصؒ نے سنت کی تین اقسام قول، فعل اور تقریر بیان کرنے ساتھ ہی ''تقریر'' کے سنت

ہونے کی دلیل بھی بیان فرمادی۔

و ذلک لأنه لا یجوز منه أن یقر أحدا علی خلاف حکم الله تعالیٰ ، لأن الله تعلیٰ إنما بعثه داعیا إلیه، و آمرا با لمعروف ، و ناهیا عن المنکر"(۱۶)

یعنی آپ کے لیے من جانب اللہ یہ بات جائز نہیں کہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف دیکھیں اور پھر اس کو برقرار رکھیں اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے داعی بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں آپ معروف کا حکم کرنے والے اور منکر سے روکنے والے ہیں لہٰذا آپ کا کسی فعل کو برقرار رکھنا اس کے معروف ہونے کی دلیل ہے۔علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

"السنن تنقسم ثلاثة أقسام: قول من النبی صلی الله علیه وسلم أو فعل منه علیه السلام ، أو شیء رآه وعلمه فأقر علیه ولم ینکره"(۱۷)

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں:

"و هی فی اللغة عبارة عن الطریقة ، فسنة کل احد ما عهدت منه المحافظة علیه ، وا لاکثار منه ، کان ذلک من الأمور الحمیدة أو غیر ها۔ و أما فی الشرع ، فقد تطلق علی ما کان من العبادات نافلة متقولة عن النبی علیه السلام ۔ وقد تطلق علی ما صدر عن الرسول من الا دلة الشرعیه مما لیس بمتلو، ولا هو معجز، ولا داخل فی المعجز ، و هذا النوع هو المقصود بالبیان ههنا ۔ و یدخل فی ذلک أقوال النبی علیه السلام ، و أفعاله و تقاریره"(۱۸)

علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں:

"في اللغة الطریقة والعادة ، و في الاصطلاح في العبادات النافلة و في الا دلة و هو المراد ههنا ما صدر عن النبی علیه السلام غیر القرآن من قول و یسمی الحدیث أو فعل أو تقریر"(۱۹)

سب کا حاصل یہی ہے کہ علماءِ اصول کی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو سنت کہا جاتا ہے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن اور سنت دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ وحی ہیں۔لیکن چونکہ قرآن وحی ہونے کے ساتھ اعجازی شان کا حامل بھی ہے۔اس کے الفاظ بھی من جانب اللہ ہیں۔اس بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع ہی سے اس کی کتابت کا اہتمام فرمایا۔اعجاز کے ساتھ اس کے الفاظ میں شان تعبد بھی ہے اس لیے اس کو اصطلاحاً وحی متلو کا نام دیا گیا۔یعنی اس کے الفاظ کی تلاوت کی جاتی ہے۔چونکہ الفاظِ قرآنی کی تلاوت عبادت اور موجب قربِ الٰہی ہے۔اس کے برخلاف سنت معجزہ نہ تھی اس کے الفاظ نہیں بلکہ معانی و مطالب آپ پر نازل ہوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے لفظوں میں ادا فرماتے تھے اور یہ الفاظ بھی حسبِ ضرورت مختلف ہوتے تھے کیونکہ آپ کو مختلف طبائع اور مذاق کے حامل لوگوں کو تعلیم دینا پڑتی تھی اس لیے اس کے لفظوں کی بعینہ تلاوت کا حکم نہ تھا اسی لیے اصطلاحاً اس کو وحی غیر متلو کا نام دیا گیا۔

علامہ ابن حزم اندلسیؒ فرماتے ہیں:

''أن الوحی ینقسم من الله عز و جل إلی رسوله صلی الله علیه وسلم علی قسمین: أحدهما: وحی متلو مؤلف تألیفا معجز النظام و هو القرآن، والثانی: وحی مروی منقول غیر مئولف ولا معجز النظام ولا متلو لکنه مقروء، وهوالخبر الوارد عن رسول الله صلی الله علیه وسلم و هو المبین عن عزوجل مراده منا''(۲۰)

علامہ ابن حزم نے جہاں وحی متلو اور وحی غیر متلو کا فرق بتایا وہاں یہ بات بھی بیان فرما دی کہ وحی غیر متلو، وحی متلو یعنی قرآن کریم کا بیان ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اللہ مراداتِ الٰہی جو الفاظِ قرآن میں پنہاں ہیں کے مبین ہیں اور دلیل کے طور پر سورۃ النحل کی آیت ﴿لتبین للناس ما نزل الیهم﴾(۲۱) نقل فرمائی۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

''وقول رسول الله صلى الله عليه وسلم حجة ، لد لا لة المعجز ة على صدقه ولأ مرالله تعالىٰ إيا نا با تباعه ، ولأنه لاٗ ينطق عن الهوىٰ إن هو إلا وحي يوحىٰ. لكن بعض الوحي يتلى فيسمى كتابا و بعضه لا يتلى وهوالسنة''(۲۲)

امام غزالیؒ نے بھی علامہ ابن حزمؒ کی طرح قرآن اور سنت کومبنی بروحی بتایا ہےاور پھر دونوں کے درمیان متلواور غیر متلو کے ذریعہ فرق کیا ہے۔

امام شافعیؒ نے ان سے بھی بہت پہلے اصول فقہ کی پہلی مطبوعہ کتاب ''الرسالۃ'' میں اس بات کی وضاحت فرمادی کہ سنت تمام کی تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر من جانب اللہ وحی کی صورت میں القا ہوئی ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

''القى فى روعه عن الله ، فكان ما القى فى روعه سننته ''(۲۳)

امام شافعیؒ اس کے بعد فرماتے ہیں وحی سنت کی صورت میں ہو یا کتاب کی صورت میں، دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں یہ اگر چہ اپنی خصوصی شکل میں ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ نظر آتی ہیں لیکن نعمت کے لفظ میں جمع ہو جاتی ہیں۔فرماتے ہیں:

''فكان مما ألقى فى روعه سننته ، و هى الحكمة التى ذكر الله ، وما نزل به عليه كتاب فهو كتاب الله، وكل جاء ه من نعم الله كما أراد الله ،و كما جاء ته النعم ، تجمعها النعمة ، و تتفرق بأنها فى أمور بعضهاغير بعض ، و نسال الله العصمة و التوفيق''(۲۴)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں علامہ جوینیؒ سے قرآن وسنت کے درمیان یہی فرق ایک اور انداز سے نقل فرمایا ہے:

''كلام الله المنزل قسمان: قسم قال الله لجبريل : قل للنبي الذى أنت مرسل إليه : إن الله يقول: افعل كذا وكذا ، و أمر بكذا و كذا، ففهم

جبـريل ما قاله ربه، ثم نزل على ذلكـ النبي و قال له ما قال ربه، ولـم تكن العُبارة تلكـ العبارة ، كما يقول الملكـ لمن يثق به: قل لفلان : يقول لكـ الـملكـ: اجتهد في الخدمة ، واجمع جندك للقتال . فإن قال الرسول : يقول الـملكـ لا تتهـاون فـي خـدمتـي ولا تتـرك الـجـنـد تتـفرق ، و حثهم على المقاتلة ، لا ينسب إلى كذب و لا تقصير في أداء الرسالة.

وقسـم آخـر قـال الله لجبريل : اقرأ على النبي هذا الكتاب ، فنزل جبريل بكلمة من الله من غير تغيير . كما يكتب الملكـ كتابا و يسلمه إلى أمين ، ويقول : اقرأه على فلان ، فهو لا يغير منه كلمة ولا حرفا"(٢٥)

اس کے بعد علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

"قـلـت: القرآن هو القسم الثانی، و القسم ا لأول هو السنة ، كما ورد أن جبـريـل كـان يـنـزل بالـسنة كما ينزل بالقرآن . ومن هنا جازرواية السنة بـالـمـعنى ، لأن جبريل أداه بالمعنى ولم تجزالقراء ة بـالمعنى ، لأن جبريل أداه با للفظ ، ولـم يبح لـه إيحاء ه بالـمعنى "(٢٦)

دوسرے لفظوں میں قرآن وسنت میں وہی فرق ہے جواردوزبان میں نامہ اور پیام میں ہوتا ہے۔ گویا قرآن یعنی نامہ اپنے الفاظ ومعانی دونوں کے اعتبار سے معجزہ ہے سنت معجزہ نہیں ہے قرآن میں ایک لفظ بلکہ ایک حرف کا بھی تغیر وتبدل جائز نہیں ہے لیکن سنت یعنی پیام روایت بالمعنی ہے یعنی اصل مطالب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔

اس کے بعد علامہ سیوطیؒ قرآن وسنت کے درمیان اسی فرق کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والسر فـي ذلكـ : أن الـمـقصود منه التعبد بلفظه والإعجاز به ، فـلا يـقـدر أحد أن يأتى بلفظ يقوم مقامه . وأن تحت كل حرف منه معاني لا يـحـاط بهـا كثـرة ، فلا يقدر أحد أن ياتي بدله بما يشتمل عليه . والتخفيف

علی الأمة حیث جعل المنزل إلیهم علی قسمین: قسم یروونه بلفظه الموحی به، وقسم یروونه بالمعنی،ولو جعل کله مما یروی باللفظ لشق ، أو بالمعنی لم یؤمن التبدیل و التحریف ، فتأمل''(۲۷)

اس کے بعد امام جوینیؒ کے نظریہ کی تائید میں فرماتے ہیں:

''وقد رأیت عن السلف ما یعضد کلام الجوینی''(۲۸)

علامہ بزدویؒ نے اپنی کتاب ''کنزل الوصول الی معرفة الاصول'' کے باب ''تقسیم السنة'' میں وحی کی اقسام پر بڑی جامع اور مدلل بحث کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''والوحی نوعان ظاهر وباطن اما الظاهر فثلاثة اقسام ما ثبت بلسان الملک فوقع فی سمعه بعد علمه بالمبلغ بآیة قاطعة و هو الذی انزل علیه بلسان الروح الامین علیه السلام والثانی ما ثبت عنده ووضح له باشارة الملک من غیر بیان بالکلا م کما قال النبی صلی الله علیه وسلم ان روح القدس نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقها الا فاتقوا الله واجملوا فی الطلب والثالث ما تبدی لقلبه بلا شبهة ولا مزاحم ولا معارض بالهام من الله تعالیٰ با ن اراه بنور عنده کما قال جل و علا لتحکم بین الناس بما ارٰك الله فهذا وحی ظاهر کله مقرون بما هو ابتلاء اعنی به الابتلاء فی درك حقیته بالتأمل و انما اختلف طریق الظهور و هذا من خواص النبی صلی الله علیه وسلم حتی کان حجة بالغة و انما یکرم غیره بشیء منها لحقه علی مثال کرامات الا ولیاء و اما الوحی الباطن فهو ما ینال با جتها د الرأی بالتامل فی الاحکام المنصوصة''(۲۹)

علامہ بزدویؒ نے مذکورہ عبارت میں وضاحت فرمادی کہ وحی ظاہر کی تین اقسام ہیں جس میں پہلی قسم وہ ہے جو فرشتہ کی زبانی پہنچے یعنی جبریل علیہ السلام کی زبانی آپ کے کانوں میں پہنچے اور آپ جانتے ہوں

پہنچانے والے کو کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہی ہیں اور قطعی دلیل سے کہ اللہ تعالیٰ نے روح الامین کی زبانی نازل فرمائی ہے اور اس میں کسی قسم کا شک اور تردد نہیں ہوتا۔ وحی ظاہر کی دوسری قسم وہ ہے کہ جو آپ کے پاس زبانی کلام کے بغیر بذریعہ اشارہ فرشتہ پہنچے جیسا کہ مثال بیان کی گئی ہے اور وحی ظاہر کی تیسری قسم وہ ہے جو بطور الہام کے اللہ کی طرف سے آپ کے دل میں القا ہو یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نور سے جو بات آپ کے دل میں منکشف فرمائے۔

وحی کی ان اقسام میں سے نزولِ قرآن کے لیے جو صورت اختیار کی گئی ہے وہ بواسطہ فرشتہ ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

﴿انه لقول رسو ل کریم﴾(۳۰)

﴿قل نزله روح القدس﴾(۳۱)

﴿نزل به الروح الامین علی قلبک﴾(۳۲)

اور اس مضمون کی متعدد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبریل امین کے ذریعہ نازل کیا گیا۔ خود قرآن کریم نے نزولِ وحی کی جن تین صورتوں کا ذکر کیا ہے قرآن کا نزول ان میں سے تیسری صورت میں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وما کان لبشر أن یکلمه الله الا وحیاً أومن ورایء حجاب
أو یرسل رسولاً فیوحی با ذنه ما یشاء انه علي حکیم﴾(۳۳)

آیت مذکورہ میں پہلی صورت ''وحی''، دوسری ''من وراء حجاب'' اور تیسری صورت ''یرسل رسولا فیوحی باذنه'' بیان کی گئی ہے۔

نزولِ قرآن کے لیے یہی تیسری صورت اختیار کی گئی ہے جسے علامہ بزدویؒ نے وحی ظاہر کی پہلی صورت بتایا ہے۔

علامہ سرخسیؒ نے بھی یہی بات زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

''والوحي نوعان: ظاهر وباطن. فا لظاهر منه قسمان : [أحدهما]ما

یکون علی لسان الملک بما یقع في سمعه بعد علمه بالمبلغ بأنه قاطعة ، و هوالمراد بقوله تعالیٰ: (قل نزله روح القدس من ربک بالحق) وبقوله تعالیٰ (انه لقول رسول کریم)''(۳۴)

اب جہاں تک علامہ بزدویؒ کی بیان کردہ وحی ظاہر کی دوسری اور تیسری قسم کا تعلق ہے تو یہ نزولِ قرآن سے متعلق تو نہیں ہوسکتی کیونکہ قرآن ایک تو فرشتہ کی وساطت سے نازل ہوا دوسرا فرشتہ الفاظ پڑھتا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع کا حکم تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لا تحرك به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه و قرانه فاذاقرأنه فاتبع قرانه﴾(۳۵)

وحی ظاہر کی ان دوصورتوں کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل کیا گیا وہ سنت ہی ہے۔سورۃ الشوریٰ کی مذکورہ آیت میں اسی کو ''الّا وحیاً'' کہا گیا۔

علامہ عبدالعزیز بخاریؒ نے ''کشف الاسرار'' میں علامہ بزدویؒ کی مذکورہ عبارت کی شرح فرماتے ہوئے سورۃ الشوریٰ کی یہی آیت نقل فرمائی ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

''والثالث : ما تبدی أی ظهر لقلبه یعنی من الحق بلا شبهة و قوله بلا معارض ولا مزاحم تاکید و الإلهام من أقسام والوحی بدلیل قوله تعالیٰ : (وما کان لبشر أن یکلمه الله إلا وحیا) ''(۳۶)أی بطریق الإلهام و هو القذف في القلب کما قذف في قلب أم موسی علیه السلام إلا أن النبی لما عرف قطعا أنه من الله تعالیٰ کان ذلک حجة قاطعة''(۳۷)

علامہ سرخسیؒ نے وحی ظاہر کی دو اقسام بیان فرمائی ہیں علامہ بزدویؒ کی بیان کردہ دوسری قسم کو علامہ سرخسیؒ نے بھی وحی ظاہر کی دوسری قسم بتایا ہے لیکن علامہ بزدویؒ کی بیان کردہ وحی ظاہر کی تیسری قسم کو علامہ سرخسیؒ نے وحی باطن کہا ہے۔فرماتے ہیں:

''والآخر ما یتضح له باشارة الملک من غیر بیان بکلام ، و إلیه أشار رسول الله صلی الله علیه وسلم في قوله : [إن روح القدس نفث في

روعي أن نفسالن تموت حتى تستو في رزقها ، فاتقوا الله واجملوا في الطلب] والوحي الباطن هو: تاييد القلب على وجه لا يبقى فيه شبهة ولا معارض ولا مزاحم ، وذلک بأن يظهر له الحق بنور في قلبه من ربه يتضح له حكم الحادثة به ، و إليه أشارالله تعالىٰ بقوله (لتحكم بين الناس بما ارٰك الله) و هذا كله مقرونا بالابتلاء ، و معنى الابتلاء هو: التأمل بقلبه في حقيقته حتى يظهر له ما هو المقصود، و كل ذلک خاص لرسول الله تثبت به الحجة القاطعة''(۳۸)

علامہ بزدویؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات کو وحی باطن کہا ہے۔علامہ عبدالعزیز بخاریؒ ''کشف الاسرار'' میں شرح فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''قوله : (و أما الوحى الباطن) فكذا جعل الاجتهاد منه عليه السلام وحياً باطنا با عتبار المآل فإن تقريره عليه السلام على اجتهاده يدل على أنه هو الحق حقيقة كما إذا ثبت بالوحي ابتداء''(۳۹)

علامہ سرخسیؒ نے اجتہادات نبوی کو ''مشابها للوحى'' کہا ہے۔فرماتے ہیں:

''واما ما يشبه الوحي في حق رسول الله صلى الله عليه وسلم فهوا ستنباط الأحكام من النصو ص بالرأي والا جتهادفانما يكون من رسول الله بهذا الطريق، فهو بمنزلة الثابت بالوحي لقيام الدليل على أنه يكون ثوابا لا محالة ، فانه كان لا يقر على الخطا فكان ذلک منه حجة قاطعة ، و مثل هذا من الأ مةلا يجعل بمنزلة الوحي ، لأن المجتهد يخطیء و يصيب ، فقد علم أنه كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم من صفة الكمال ما لا يحيط به إلاالله ، فلا شک أن غيره لا يساويه فى اعمال الرأي والا جتهاد في الاحكام''(۴۰)

دونوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ آپ کے اجتہادات بھی نتیجہ اور مآل کے اعتبار سے وحی ہیں۔اس لیے اگر

آپؐ کے اجتہاد میں کوئی خطا ہوئی تو فوراً وحی کے ذریعہ مطلع کر دیا جاتا ہے اور یہ کسی دوسرے مجتہد کے لیے نہیں ہو سکتا، قیامت تک وہ خطا پر برقرار رہ سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مجتہدین کے برعکس خطا پر باقی رہنے سے من جانب اللہ معصوم ہیں۔

ملا جیون نے ''شرح نور الانوار علی المنار'' میں زیادہ وضاحت کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''فان كان أصاب فى الرأي لم ينزل الوحي عليه في تلك الحادثة ، وإن كان أخطأ في الرأي ينزل الوحي للتنبيه على الخطأ ، وما تقرر على الخطأ قط بخلاف سائر المجتهدين فانهم إن أخطؤ وا يبقى خطؤهم إلى يوم القيامة ، و هذا معنى قوله : (إلا أنه عليه السلام معصوم عن القرار على الخطأ بخالف ما يكون من غيره من البيان بالرأي) من مجتهدين الأمة ، فانهم يقررون على الخطأ ، ولا يعصمون عن القرار عليه'' (۴۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد اور رائے میں خطا واقع ہونے پر من جانب اللہ تنبیہ کی مثالیں کتب حدیث میں متعدد ہیں۔علماءِ اصول نے اپنی کتب میں ان کو نقل فرمایا ہے۔ گویا اب آپ کے وہ تمام اجتہادات جن پر من جانب اللہ تنبیہ نازل نہیں ہوئی الٰہی تائید و توثیق کے حامل ہیں اور جن میں خطا واقع ہوئی، من جانب اللہ تنبیہ نے ان کی تصحیح فرمادی۔ اس لیے تمام نبویؐ اجتہادات مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے وحی ہیں۔

علامہ بزدویؒ اور علامہ سرخسیؒ کی اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ سنت تمام کی تمام وحی ہے جو من جانب اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ چاہے وحی ظاہر کی صورت میں ہو یا وحی باطن کی صورت میں ہو، یا علامہ سرخسی کے الفاظ میں '' مشابها للوحي '' کی صورت میں جو نتیجہ اور مآل کے اعتبار سے وحی ہے۔

قرآن حکیم ہی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی ہدایت کے لیے اپنا کلام اور قانون خود نازل فرمایا اسی طرح حق تعالیٰ نے اس کی شرح و بیان کی ذمہ داری بھی خود ہی لی۔

اس لیے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر الفاظِ الٰہی سے اس کی مرادات کو پالینے پر قادر نہیں ہوسکتی تھی۔ چنانچہ ابتدا میں نزولِ وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے الفاظ کو یاد رکھنے کے لیے بار بار دہراتے اور تکرار فرماتے تاکہ ذہن میں الفاظ وحی جم جائیں اور دورانِ قرأت ہی حرصِ علم کی بنا پر نبی اکرمؐ جبریل علیہ السلام سے معانی قرآن سے متعلق سوالات فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے تکرارِ لسانی اور دورانِ قرأت اسئلہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه و قرانه فاذاقرانه فاتبع قرانه﴾(۴۲)

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکرارِ لسانی سے روک کر کہ قرات جبریل علیہ السلام جو دراصل قرأت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کی صورت تھی، کو محض خاموشی کے ساتھ سنتے رہنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ذلك إذا أتاه جبريل عليه السلام استمع ، و اذا انطلق جبريل عليه السلام قرأة النبي صلى الله عليه وسلم كما أقرأه''(۴۳)

امام بخاریؒ اپنی کتاب جامع صحیح میں عبداللہ ابن عباس سے نقل فرماتے ہیں:

''فكان اذا أتاه جبريل أطرق ، فا ذا ذهب قرأة ''(۴۴)

اس ہدایت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے تین امور کی ذمہ داری خود ہی لی۔

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں قرآن کریم کا جمع و محفوظ ہونا۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہر وقت قرآن کی صحیح ادائیگی۔

۳۔ قرآن کے معانی و مطالب کی تبیین و تفسیر۔

تمام مفسرین نے بالاتفاق اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن کریم کے مطالب و معانی کی تفسیر و تبیین کی ذمہ داری خود ہی لی ہے۔

امام المفسرین ابن جریر الطبری ''ثم ان علينا بيانه '' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:

’’ثم ان علينا بيان ما فيه من حلاله و حرامه و أحكام لک مفصلة‘‘(۴۵)

پھر عبداللہ ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر نقل فرماتے ہیں:

’’عن ابن عباسؓ (ثم إن علينا بيانه) يقول :حلاله و حرامه، فذالک بيانه‘‘(۴۶)

اور حضرت قتادہؓ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:

’’عن قتادةؓ (ثم إن علينا بيانه) بيان حلاله ، و اجتناب حرامه، و معصيته وطاعته‘‘(۴۷)

علامہ زمخشریؒ آیت مذکورہ نقل کرنے کے بعد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’اذاأشكل عليک شی ء من معانيه ، كأنه كان يعجل فی الحفظ و السؤال عن المعنى جميعا، كما ترى بعض الحراص على العلم‘‘(۴۸)

علامہ زمخشریؒ نے اس بات کی وضاحت بھی فرمادی کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعجیل قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق تھی۔

امام رازیؒ آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’الآية تدل على أنه عليه السلام كان يقرأ مع قراء ة جبريل عليه السلا م و كان يسأل في أثناء قراء ته مشكلاته و معانيه لغايةحرصه على العلم ، فنهى النبى صلى الله عليه السلام عن أمرين جميعا ، أما عن القراء ة مع قراء ة جبريل فقوله (فاذا قرأ ناه فا تبع قرأنه) و أما عن إلقاء الاسئلة فى البيان فيقوله (ثم إن علينا بيانه)‘‘(۴۹)

امام رازیؒ نے بھی علامہ زمخشریؒ کی تائید میں یہ بات فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کوتکرارِلسان جوخدشہ نسیان کی بنا پر تھا اور دورانِ قرأت معانی ومشکلاتِ قرآنی سے متعلق سوالات جوحرصِ علم کی بنا پر تھے، دونوں امور سے منع کیا گیا اور دونوں کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود ہی لی ہے۔

امام رازیؒ پھر فرماتے ہیں:

’’قوله تعالى (ثم إن علينا بيانه) يدل على أن بيان المجمل واجب على الله تعالىٰ‘‘(۵۰)

امام ابوالسعودؒ فرماتے ہیں:

’’أی بيان ما اشكل عليک من معانيه و أحكامه‘‘(۵۱)

آٹھویں صدی ہجری کے مفسرو محدث ومؤرخ علامہ ابن کثیرؒ آیاتِ قرآنی (لا تحرك به لسانک لتعجل به ان علينا جمعه و قرآنه فاذا قرانه فاتبع قرانه ثم ان علينا بيانه) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’هذا تعليم من الله عزوجل لرسوله صلى الله عليه وسلم في كيفية تلقيه الوحي من الملک ، فإنه كان يبادر إلى أخذه و يسابق الملک في قراء ته ، فأمره الله عزوجل إذا جائه الملک بالوحي أن يستمع له وتكفل الله له أن يجمعه في صدره و أن ييسره لأدائه على الوجه الذى ألقاه إليه ، و أن يبينه له و يفسره و يوضحه ـ فالحالة الأولى جمعه في صدره و الثانية تلاوته و الثالثة تفسيره و إيضاح معناه و لهذا قال تعالىٰ : (لا تحرك به لسانک لتعجل به) أى بالقرآن كما قال تعالىٰ (ولا تعجل بالقرآن من قبل أن يقضى إليک وحيه و قل رب زدنى علما) ثم قال تعالىٰ : (إن علينا جمعه) أي في صدرك (و قرانه) أي أن تقرأه (فا ذا قرأنه) أي اذا تلاه عليک الملک عن الله تعالىٰ : (فاتبع قرأنه) أي فاستمع له ثم اقرأه كما أقرأك (ثم إن علينا بيانه) أي بعد حفظه و تلاوته نبينه لک و نوضحه و نلهمک معناه على ما أردنا و

شرعنا''(۵۲)

علامہ ابن کثیرؒ نے تو انتہائی وضاحت کے ساتھ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن کریم کے سینہ اقدس میں جمع وحفاظت، زبان نبوی سے ادائیگی اور قرآن کے مطالب ومعانی کی تبیین وتفسیر وتوضیح کی ذمہ داری خود لی۔

علامہ ابن کثیر کا (ثم ان علینا بیانہ) کی تفسیر میں یہ فرمانا ''أي بعد حفظه و تلاوته نبينه لک و نوضحه و نلهمک معناه علی ما أردنا و شرعنا'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کے معانی ومطالب اور ان کی تبیین وتفسیر من جانب اللہ رسول اللہؐ القاہوئی تھی جس سے مرادات الٰہی اور احکام شرعیہ سے آپ واقف ہوئے۔

اس ساری تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کی طرح قرآن کریم کے معانی وبیان کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے۔

قرآن کا یہ بیان ظاہر ہے کہ وہ قرآن سے کوئی علیحدہ چیز ہے کیونکہ اگر قرآن ہی کو قرآن کا بیان بتایا جائے تو پھر اس کے لیے بھی قرآن ہونے کی وجہ سے بیان کی ضرورت ہوگی اور یہ سلسلہ ایک غیر متناہی ہو جائے گا لہٰذا بیان قرآن خود قرآن سے الگ ہے پھر جس طرح خود قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اسی طرح بیان قرآن بھی من جانب اللہ آپ پر بذریعہ وحی القا کیا گیا اسی بیانِ قرآن کا اصطلاحی نام ''سنت'' ہے۔ جس کی تعبیر حدیث کے لفظ سے بھی کی گئی۔ لیکن علماءِ اصول کے ہاں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ بطورِ اصلاح سنت ہی استعمال ہوتا ہے۔ مفسرین کا بیانِ قرآن کو منزل من اللہ بتانا اور علماءِ اصول کا سنت کو مبنی بر وحی کہنا ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہیں۔

نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس بات کی وضاحت فرمائی کہ آپ کی بیان کردہ تفسیر وتبیین من جانب اللہ ہے اور وحی کی ایک قسم ہے جس کا ماخذ ومصدر وہی ہے جو وحی متلو کا ہے۔

''وروی ابو داود عن المقدام بن معد یکرب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال: ألا وانی قد أوتیت الکتاب و مثله معه ألا یوشک رجل شبعان علی أریکته یقول علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیه من

حلال فأحلو و ما و جدتم فيه من حرام فحرموه ألا لا يحل لكم الحمار الأهلي ولاكل ذی ناب من السبع ولا لقطة معاهد إلا ان يستغنی صاحبها و من نزل بقوم فعليهم أن يقروه فان لم يقروه فله أن يعقبهم بمثل قراه''(۵۳)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس جیسی ایک اور چیز'' اس کی وضاحت علامہ خطابی اس طرح فرماتے ہیں:

''قوله ''أوتيت الكتاب و مثله معه'' يحتمل و جهين من التاويل: احدهما ۔ أن معناه أنه أوتی من الوحی الباطن غيرالمتلو ، مثلاً ما أعطی من الظاهر المتلو۔ والثانی ۔ أنه أوتی الكتاب و حياً يتلی، و اوتی من البيان مثله ، أی أذن له أن يبين ما فی الكتاب فيعم و يخص و يزيد عليه و يشرع ما فی الكتاب ، فيكون فی وجوب العمل به و لزوم قبوله كالظاهر المتلو من القرآن''(۵۴)

علامہ ابن عبدالبر اندلسی قرطبی نے اپنی مشہور تصنیف ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں صحابہ وتابعین کے آثار سے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ صحابہ وتابعین سنت کو قرآنِ حکیم کا بیان وتفسیر سمجھتے تھے اور آپ کے اقوال وافعال کی اصل قرآنِ حکیم ہی کو جانتے تھے۔ان میں چند آثار تحریر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ''عن علقمة أن امرأ ة من بنی أسد أتت عبدالله بن مسعود فقالت له انه بلغنی انک لعنت ذيت و ذيت والواشمة والمستوشمة وانی قرأت ما بين اللوحين فلم أحد الذی تقول و إنی لأظن علی أهلک منها فقال لها عبدالله فادخلی فانظری فدخلت فنظرت فلم ترشيئاً فقال لها عبدالله أما قرأت (وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا) قالت بلی قال فهو ذاك''(۵۵)

۲۔ ''عن عبدالرحمن بن يزيد قال كان طاووس يصلی ركعتين بعد

العصر فقال له ابن عباس اتركهما فقال انما نهى عنهما ان يتخذ سنة فقال ابن عباس قد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلاة بعد صلاة العصر فلا أدرى اتعذب عليهما أم تؤجر لأن الله تبارك وتعالىٰ قال (وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله امرا أن يكون لهم الخيرة من امرهم)''(۵۶)

مندرجہ بالا آیات وآثار اور دلائل و براہین سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف الفاظِ قرآن پہنچا دینے پر مامور تھے بلکہ قرآن حکیم کی تعلیم وتبلیغ، تفسیر وتبیین اور تشریح وتوضیح کا فریضہ بھی من جانب اللہ آپ کے ذمہ تھا۔ لہٰذا آپ قرآن حکیم کے سب سے پہلے مفسر ومبین اور شارح ومبلغ ہیں۔ آپ نے تفسیر و تبیین کبھی تو قرآنی احکام جو مجمل ہیں ان کی تفصیل فرما کر کی اور کبھی مشکل کی توضیح، عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید بیان کر کے فرمائی۔ اسی طرح قرآنی الفاظ کی شرح فرما کر اور ناسخ ومنسوخ کی وضاحت کر کے کی۔

علامہ ابن قیم ''سنت قرآن کا بیان ہے'' سے متعلق فرماتے ہیں:

''أن البيان من النبى صلى الله عليه وسلم أقسام، أحدها: بيان نفس الوحى بظهوره على لسانه بعد ان كان خفيا. الثانى: بيان معناه و تفسيره لمن احتاج إلى ذلك كما بين أن الظلم المذكور فى قوله: (ولم يلبسوا إيمانهم بظلم)(الانعام:۸۲) هوالشرك، و أن الحساب اليسير هو العرض، و أن الخيط الأبيض و الأسود هما بياض النهار و سواد اليل، و أن الذى رآه نزلة أخرى عند سدرة المنتهى هو جبريل، كما فسر قوله: (أو ياتى بعض آيات ربك)(الانعام: ۱۵۸) أنه طلوع الشمس من مغربها و كما فسر قوله: (مثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة)(ابراهيم:۲۴) بأنها النخلة، و كما فسر قوله: (يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا و فى الآخرة)(ابراهيم: ۲۸) أن ذلك فى القبر حين يسأل من ربك و ما

دينك، وكما فسر الرعد بانه ملك من الملائكة مؤكل بالسحاب، وكما فسر اتخاذ أهل الكتاب احبارهم و رهبانهم أربابا من دون الله بأن ذلك باستحلال ما أحلوه لهم من الحرام و تحريم ما حرموه من الحلال، وكما فسر القوة التى أمر الله أن نعدها لأعدائه بالرمى، وكما فسر قوله: (من يعمل سوءا يجز به)(النساء:١٢٣) بأنه ما يجزى به العبد فى الدنيا من النصب والهم والخوف واللأذاء، وكما فسر الزيادة بأنها النظر إلى وجه الله الكريم، وكما فسر الدعاء في قوله: (وقال ربكم ادعونى استجب لكم)(غافر:٢٠)بأنه العبادة، وكما فسر أدبار النجوم بأنه الركعتان قبل الفجر، و أدبار السجود بالركعتين بعد المغرب، و نظائر ذلك ـ الثالث: بيانه بالفعل كما بين أوقات الصلاة للسائل بفعله ـ الرابع: بيان ما سئل عنه من الاحكام التى ليست فى القرآن فنزل القرآن ببيانها، كما سئل عن قذف الزوجة فجاء القرآن باللعان و نظائره الخامس: بيان ما سئل عنه با لوحى و إن لم يكن قرانا، كما سئل عن رجل أحرم فى جبة بعد ما تضمخ بالخلوق، فجاء الوحى بأن ينزع عنه الجبة و يغسل أثر الخلوق ـ السادس: بيانه للأحكام بالسنة ابتداء من غير سؤال، كما حرم عليهم لحوم الحمر والمتعة و صيد المدينة و نكاح المرأة على عمتها و خالتها و أمثال ذلك السابع: بيانه للأمة جواز الشيء بفعله هو له و عدم نهيهم عن التأسى به ـ الثامن: بيانه جواز الشيء باقراره لهم على فعله و هو يشاهده أو يعلمهم يفعلونه ـ التاسع: بيانه إباحة الشيء عفوا بالسكوت عن تحريمه و إن لم يأذن فيه نطقا ـ العاشر أن يحكم القرآن بإيجاب شيء أو تحريمه أو إباحته، و يكون لذلك الحكم شروط و موانع و قيود و أوقات مخصوصة و أحوال و أوصاف، فيحيل الرب سبحانه و تعالى على رسوله فى بيانها كقوله تعالى: (واحل لكم ما وراء ذالكم) (النساء: ٢٤)

فالحل موقوف على شروط النكاح و انتقاء موانعه و حضور وقته و أهلية المحل ، فاذا جاء ت السنة ببيان ذلك كله لم يكن الشي ء منه زائداً على النص فيكون نسخأله ، و ان كا ن رفعا لظاهر إطلاقه"(۵۷)

"سنت قرآن کا بیان ہے" سے متعلق علامہ شاطبی فرماتے ہیں:

"الوجه المشهور عند العلماء ، كالأ حاديث الآتية فى بيان ما أجمل ذكره من الأحكام ، إما بحسب كيفيات العمل ، أو أسبابه ، أو شروطه، أو موانعه ، أو لواحقه ، أو ما أشبه ذلك ، كبيانها للصلوات على اختلافها فى مواقيتها و ركوعها و سجودها و سائر أحكامها ، و بيانها للزكا ة فى مقاديرها و أو قاتها و نصب الأموال المزكاة و تعيين ما يزكى مما لا يزكى ، و بيان أحكام الصوم وما فيه مما لم يقع النص عليه فى الكتاب۔ وكذالك الطهارة الحدثية و الخبثية والحج ، والذبائح والصيد وما يؤكل مما لا يؤ كل ، والأنكحة وما يتعلق بها من الطلاق و الرجعة والظها ر واللعان ، والبيوع وأحكامها ، و الجنايات من القصاص و غيره ، كل ذلك بيان لما وقع مجملا فى القرآن ۔ و هوالذى يظهر دخوله تحت الآيه الكريمة : (وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم)۔

"وقد روى عن عمران بن حصين أنه قال لرجل : إنك امرؤ احمق: أتجد فى كتاب الله الظهر أربعا لا يجهر فيها بالقراء ة ؟ ثم عدد إليه الصلا ة و الزكا ة و نحو هذا ، ثم قال : أتجد هذا فى كتاب الله مفسرا؟ إن كتاب الله أبهم هذا ، وإن السنة تفسر ذلك و قيل لمطرّف بن عبدالله بن الشخير : لا تحدثونها إلا بالقرآن فقال له مطرف: والله ما نريد بالقران بدلا، ولكن نريد من هو أعلم بالقرآن منا ۔ وروى الاوزاعى عن حسان بن عطية قال: كان الوحى ينزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم

و یحضره جبریل بالسنة التی تفسر ذلک ، قال الأوزاعی : ألکتاب أحوج إلی السنة من السنة إلی الکتاب. قال ابن عبد البر: یرید أنها تقضی علیه و تبین المراد منه ۔ و سئل أحمد بن حنبل عن الحدیث الذی روی أن السنة قاضیة علی الکتاب، فقال: ما أجسر علی هذا أن اقوله، ولکنی أقول أن السنة تفسر الکتاب و تبینه''(۵۸)

تفسیر وتبیین کی ایک قسم اخبار وقصص کی تشریح وتفصیل بھی ہے۔اللہ جل شانہ، نے قرآنِ حکیم میں عبرت وموعظت کے لیے جو اخبار وقصص بیان فرمائے ہیں ان میں سے بعض کی تفصیل احادیثِ صحیحہ میں ملتی ہے۔

جیسے کہ امام ترمذیؒ نے اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں نقل فرمایا ہے:

''عن ابی هریرة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : فی قوله : (ادخلوا الباب سجدا) قال دخلوا متزحفین علی اوراکهم ، و بهذا هذا الا سناد عن النبی صلی الله علیه وسلم (فبدل الذین ظلمواقولا غیر الذی قیل لهم) قال : قالوا حبة فی شعرة ''(۵۹)

امام احمد بن حنبل کا مشہور ومعروف قول جو تفسیر کے باب میں بیان کیا جاتا ہے''ثلاث کتب لا اصل لها: المغازی ، والملاحم ، والتفسیر'' اس کا زیادہ تر تعلق قصص و اخبار ہی سے ہے کیونکہ قصص واخبار سے متعلق مرفوع روایاتِ صحیحہ کم ہیں۔ جہاں تک اوامر و نواہی اور احکام قرآنی کی تفصیل وتفسیر کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا بہت بڑا حصہ سنتِ متواترہ ومشہورہ پر مشتمل ہے اور جن سے یقین حاصل ہوتا ہے امت کے تواتر وتعامل کی صورت میں محفوظ ہے اور جو اخبار احاد کی صورت میں ہے اس کا بھی بہت بڑا حصہ صحیح وحسن کی شرائط پر پورا اترتا ہے اور گمان غالب کا فائدہ دیتا ہے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ قرآن کریم کے سب سے پہلے مفسر و شارح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔آپ کے سپرد یہ فریضہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیا گیا۔

۲۔ قرآن کریم کی نبوی تفسیر وتشریح ہی کا اصطلاحی نام حدیث وسنت ہے۔

۳۔ قرآن کریم کی طرح حدیث وسنت بھی نبی کریمؐ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کے ذریعہ نازل ہوئی ۔فرق یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ اور معانی دونوں کا نزول من جانب اللہ ہوا۔اس لیے اس کے الفاظ میں اعجاز بھی ہے اور شان تعبد بھی ہے اور اصطلاحاً اس کو وحی متلو کا نام دیا گیا ہے ۔جبکہ حدیث وسنت کے نزول کی صورت یہ تھی کہ مطالب و معانی کا القا نبی کریمؐ کے قلب اطہر پر من جانب اللہ ہوتا جن کو آپ اپنے الفاظ میں بیان فرماتے ۔اس لیے اصطلاحاً اس کو وحی غیر متلو کا نام دیا گیا کیونکہ اس کے الفاظ کی بعینہٖ تلاوت کا حکم نہیں دیا گیا۔

۴۔ حدیث وسنت جو کہ ''بیان قرآن'' ہے قرآن کی طرح من جانب اللہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی مرادات جو الفاظ قرآن میں پنہاں ہیں حدیث وسنت سے ہی معلوم ہو سکتی ہیں ۔کیونکہ کلام کی مرادات کو متکلم ہی بہتر بتا سکتا ہے۔

۵۔ قرآن کریم کی ہر وہ تفسیر وتعبیر جو حدیث وسنت کے خلاف ہوگی مردود ہوگی اس لیے کہ متکلم کی بیان کردہ مرادات کے منافی ہے۔

۶۔ گویا حدیث وسنت، جو قرآن کریم کی نبوی تفسیر وتشریح کا اصطلاحی نام ہے، وہ حصار ہے جس سے قرآن کریم تحریفِ معنوی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ القرآن۔ ۲/۶۲

۲۔ القرآن۔ ۱۶/۴۴

۳۔ القرآن۔ ۴/۱۰۵

۴۔ القرآن۔ ۵/۶۷

۵۔ القرآن۔ ۵۹/۷

۶۔ القرآن۔ ۳/۱۳۲

۷۔ القرآن۔ ۴/۸۰

۸۔ القرآن۔ ۳/۳۱

۹۔ القرآن۔ ۲۴/۶۳

۱۰۔ القرآن۔ ۳/۳۲

۱۱۔ القرآن۔ ۴/۶۵

۱۲۔ القرآن۔ ۳۳/۳۶

۱۳۔ شاطبی ، ابراهیم بن موسیٰ ، الموافقات فی اصول الشریعة۔ج۳،ص۳۰۸ دارالکتب العلمیة۔ بیروت۔ لبنان

۱۴۔ جصاص ، ابو بکر احمد بن علی ،الفصول فی الا صول۔ ج۳ ،ص ۲۳۵ وزارة الشؤن و الا وقاف۔ کویت

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ ابن حزم، ابو محمد علی ، الا حکام فی اصول الاحکام۔ ج۱، الجزء الثانی۔ ص ۱۴۶

دارالحدیث بجوار ادارة الازھر۔ الطبعة الاولیٰ۔ (۱۴۰۴ھ۔ ۱۹۸۴ء)

۱۸۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام۔ ج ۱، ص ۲۴۱

۱۹۔ تفتازانی، مسعود بن عمر۔ شرح التلویح علی التوضیح۔ ج ۲، ص ۳
دارالکتب العلمیة۔ بیروت، لبنان۔ الطبعة الاولیٰ (۱۴۲۶ھ۔ ۱۹۹۶ء)

۲۰۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام۔ ج ۱، الجزء الاول، ص ۹۳

۲۱۔ القرآن۔ ۴۴/۱۶

۲۲۔ المستصفیٰ۔ ج ۱، ص ۱۰۳۔ دارالکتب العلمیة۔ بیروت، لبنان۔ الطبعة الاولیٰ (۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳ء)

۲۳۔ شافعی، محمد بن ادریس۔ الرسالہ۔ ص ۹۳

۲۴۔ ایضاً الرسالہ۔ ص ۱۰۳

۲۵۔ سیوطی، جلال الدین۔ الاتقان فی علوم القرآن۔ ج ۱۔ ص ۱۶۷۔
دارالکتاب العربی۔ بیروت، لبنان الطبعة الاولیٰ (۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۹ء)

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ ایضا

۲۹۔ بزدوی، علی بن محمد۔ اصول بزدوی، ص ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۹۹۵ء

۳۰۔ القرآن۔ ۱۹/۸۱

۳۱۔ القرآن۔ ۱۰۲/۱۶

۳۲۔ القرآن۔ ۱۹۳/۲۶، ۱۹۴

۳۳۔ القرآن۔ ۵۱/۴۲

۳۴۔ سرخسی، محمد بن احمد۔ اصول السرخسی، ج ۳، ص ۹۱۔ دار المعرفة، بیروت، لبنان الطبعة الاولیٰ (۱۴۸۱ھ۔ ۱۹۹۷ء)

۳۵۔ القرآن۔ ۷۵/۱۶۔ ۱۸

۳۶۔ القرآن۔۴۲/ ۵۱

۳۷۔ بخاری ، عبدا لعزیز بن احمد۔کشف الاسرار۔ ج ۳، ص ۳۰۴۔دار الکتب العلمیۃ ،بیروت،لبنان
الطبعۃ الاولی(۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء)

۳۸۔ سرخسی ،محمد بن احمد ۔اصول السرخسی، ج۲، ص ۹۱

۳۹۔ بخاری، کشف الاسرار ۔ ج ۳، ص ۳۰۵

۴۰۔ سرخسی ،اصول السرخسی ۔ ج ۲، ص ۹۱

۴۱۔ شرح نو ر الانوار علی المنار مع کشف الا سرار ۔ ج ۲، ص ۱۲۸

۴۲۔ القرآن ۔۷۵/۱۶۔۱۸

۴۳۔ قرطبی، محمد بن احمد ۔الجامع لأ حکام القرآن ،ج۱۰،جزء ۱۹ ، ص۱۰۶، مکتبہ الغزالی دمشق(س۔ن)

۴۴۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل ۔الجامع الصحیح ۔ ج ۲ ۔ کتاب التفسیر، سورۃ القیامۃ ، ص ۱۳۵

۴۵۔ طبری ، محمد بن جریر ۔ جامع البیان ۔ج۱۴،ص۲۳۷ ۔ دارالفکر بیروت، لبنان۔ الطبعۃ الاولیٰ(۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۵ء)

۴۶۔ ایضاً

۴۷۔ ایضاً

۴۸۔ زمخشری،محمود بن عمر۔الکشاف ۔ ج۴، ص ۲۶۱۔ دارالکتاب العربی بیروت ،لبنان۔ الطبعۃالاولیٰ(۱۳۹۷ھ۔۱۹۷۷ء)

۴۹۔ رازی، فخرالدین ۔مفاتیح الغیب ۔ ج۱۵، ص ۱۹۹۔ دار الکتب العلمیہ بیروت ،لبنان(۱۴۵۱ھ۔۱۹۹۵ء)

۵۰۔ ایضاً مفاتیح الغیب ۔ج۱۵۔جزء۳۰، ص ۱۹۹

۵۱۔ ابو سعود، محمد بن محمد ۔تفسیر أبی السعو دالمسمیٰ ارشاد د العقل السیلم الی مزایا القرآن الکریم۔جزء۷

ص ۲۷، دار احیاء التراث العربی ۔ بیروت، لبنان (۱۴۱۱ھ۔ ۱۹۹۰ء)

۵۲۔ ابن کثیر، أبی الفداء اسماعیل ۔ تفسیر القرآن العظیم ، ج ۵، ص ۴۴۰ ۔
دار احیاء التراث العربی، بیروت ،لبنان ۔ الطبعة الاولیٰ (۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰ء)

۵۳۔ ابو دائود ، سلیمان بن اشعث۔ السنن ۔ باب فی لزوم السنة ج۴،ص۲۰۴.
دارالجیل بیروت،لبنان(۱۴۲۱ھ۔۱۹۹۲ء)

ابن حبان ، ابو حاتم محمد ۔مرتب ،فارسی ، علی بن بلبان۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ۔ج ۱،ص۸۹مؤسسة الرسالة ، بیروت ،لبنان ۔الطبعة الاولیٰ (۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء)

۵۴۔ قرطبی، الجامع لا حکام القرآن ۔ج ۱،ص۳۸

۵۵۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم و فضله، ج۲،ص ۱۸۸۔۱۸۹۔ دارالفکر بیروت، لبنان (۱۹۷۲ء)

۵۶۔ جامع بیان العلم و فضله ۔ج ۲،ص۱۸۸۔۱۸۹

۵۷۔ ابن قیم ،محمد بن ابو بکر۔ اعلام الموقعین ۔ج ۲،ص ۲۲۵۔۲۲۶۔
دارالکتب العلمیه بیروت ، لبنان الطبعةالثانیه (۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳ء)

۵۸۔ الموافقات ۔ ج۴،ص۲۵۔۲۶

۵۹۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ ۔السنن ۔ج۵،ص۲۰۵۔مکتبه مصطفی البابی الحلبی و اولاد ہ ، مصرالطبعةالثانیه(۱۳۹۵ھ۔۱۹۷۵ء)

ایک داعی الی اللہ کا موقف ہمیشہ داعی ہی کا موقف رہتا ہے، خواہ وہ دشمن کو مخاطب کر رہا ہو یا عزیز ترین فردِ خاندان کو، دعوت کا رنگ اس پر غالب رہے گا۔ اور داعی کی شان اس میں جھلکتی رہے گی خواہ صورت حال کچھ بھی ہو اور مخاطب جو بھی ہو اس کی زبان دعوت کی زبان ہوگی اس کے سامنے مقصد دعوت ہوگا اور ہمیشہ اسی نغمہ کا تار چھیڑتا رہے گا اور اندازِ بیان خواہ جو بھی ہو مگر اس کی نظر اس پر ہوگی کہ کس طرح دعوت کی بات دل میں اتار دے اور کس طرح دلوں کو قبول حق کے لیے تیار کرے، دعوت کے منافی جو بات ہوگی اس کو وہ ہاتھ نہیں لگائے گا۔

(تبلیغ ودعوت کا معجزانہ اسلوب۔ سید ابوالحسن علی ندوی)